 © rasailojaraid.com

علمائے دین اور عہد حاضر کے تقاضے

مفتی محمد عبدہ اور شیخ الاسلام کا مکالمہ

(مصر میں تحریک احیائے اسلام و ملت کے بانی * جمال الدین افغانی کے شاگرد رشید اور خلیفہ ' مصر کے مفتی اعظم مفتی محمد عبدہ ' اور خلافت عثمانیہ کے شیخ الاسلام مولانا جمال الدین آفندی کے مابین مندرجہء ذیل گفتگو اس وقت ہوئی جب خلیفہ عبدالمجید سے ملاقات کے لئے مفتی محمد عبدہ استانبول تشریف لے گئے تھے - اخبار "المؤید" کا نمائندہ اس گفتگو کے دوران موجود تھا۔ اس نے اپنی اشاعت مورخہ ۔ ۲۳- جون سنہ ۱۹۰۱ع میں یہ مکالمہ من و عن نقل کردیا ' جہاں سے علامہ رشید رضا نے اپنے جلیل القدر استاد کی سوانح عمری تاریخ الاستاذ امام الشیخ محمد عبدہ میں اقتباس کیا ہے - اس کا ترجمہ درج ذیل ہے-)

شیخ الاسلام: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر قوم کی زندگی کا فیصلہ اس امر پر ہوتا ہے کہ وہ قوم اپنے زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کس حد تک صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہے - جو قوم زمانہ کا ساتھ نہیں دیتی زمانہ خود اس پر غالب آجاتا ہے - تاہم ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ حالات تبدیل ہوجائیں گے اور مسلمان جو کچھ کھو چکے ہیں اس پر متنبہ ہوں گے - اور اسے دوبارہ حاصل کرلیں گے - لیکن یہ سب اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب علماء اور حاملین شریعت ہمت و جراٴت سے کام لیں -

مفتی محمد عبدہ: بے شک ! یہ سب کچھ علماء کی اپنی ہمت کے بغیر نہیں ہو سکے گا - لیکن بڑی دشواری یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے عوام کے حالات کی طرف سے مکمل غفلت اختیار کر رکھی ہے - موجودہ زمانہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں جو باتیں ذرا بھی اہمیت رکھتی ہیں انہیں ہمارے علماء نے یا تو حکام کے حوالہ کردیا ہے یا خود عوام پر چھوڑ دیا ہے۔ عوام و خواص کو وعظ و نصیحت کرنا اور عملی طور پر ایسے امور میں مشغول ہونا جو قوم کو نشاۃ ثانیہ کے لئے تیار کرسکیں ان کے نزدیک ایک بیکار سا کام ہے۔ چنانچہ بجز چند قصہ گو واعظوں یا مساجد کے اماموں اور مدرسوں کے استادوں کے جنہیں نہ علم دین کی کچھ خبر ہے اور نہ عوام کے حالات سے کوئی واقفیت ہے اور جو اصلاح کے بجائے فساد ڈالنے کا کام زیادہ انجام دیتے ہیں، حقیقی علماء کا عوام کے ساتھ کوئی رابطہ قائم نہیں رہا۔

شیخ الاسلام: بلا شبہ جو لوگ دینی علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان میں سے زیادہ تر ایسے ہیں جنہیں عوام کے حالات کا بہت ہی کم علم ہے۔ اور اپنے عہد کے رجحانات اور تقاضوں سے تو انہیں کچھ بھی واقفیت نہیں۔ اگر وہ زمانہ اور اہل زمانہ کے حالات سے واقفیت رکھتے ہوتے تو ان کے لئے نہ صرف یہ کہ شریعت کی حمایت ممکن ہو سکتی تھی۔ بلکہ وہ اس کے ساتھ ہی اپنی ملت کی شان کو بھی دو بالا کرسکتے تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک عالم کہلانے کا مستحق نہیں جب تک وہ اس کے ساتھ ہی عارف بھی نہ ہو۔ عارف ایسے عالم کو کہا جاتا ہے جو شریعت اور ان امور کے درمیان جو ہر زمانہ میں اس کے تقاضوں کے مطابق لوگوں کو فائدہ پہنچا سکیں صحیح تطبیق دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ لیکن جو شخص علوم دینیہ میں تو بڑی دسترس رکھتا ہو۔ لیکن اپنے عہد کے لوگوں کے حالات سے نا آشنا ہو اور اپنے عہد کے رجحانات اور تقاضوں پر غور و فکر کرنے کا نا اہل ہو تو اسے عالم نہیں کہا جا سکتا۔ اسے البتہ ''متفنّن'' کہہ سکتے ہیں یعنی وہ شخص جو فن نحو، فن فقہ اور دوسرے فنون کا علم رکھتا ہے۔ درحقیقت عالم وہی شخص کہلانے کا مستحق ہے جس کے علم کے اثرات خود اس کی قوم میں نمایاں ہو سکیں۔ اثرات اس وقت تک نمایاں نہیں ہو سکتے جب تک کسی عالم کو عوام کے حالات کا علم اور ان کی ضروریات و احتیاجات کا صحیح ادراک حاصل نہ ہو۔

مفتی محمد عبدہ: جو کچھ جناب نے ارشاد فرمایا بعینہ یہی کچھ ہمارے قرون اولیٰ کے علمائے دین میں بھی متعارف تھا۔ چنانچہ فقہائے مالکیہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکثر کتابوں میں عالم کی تعریف ھی یوں کی گئی ھے۔ "العاکف علیٰ شانہ البصیر باھل زمانہ،، (اپنی حالت کا ھمیشہ نگران اور اپنے عہد کے حالات سے باخبر) ۔ عالم کی یہ تعریف علم کی غایت کو سامنے رکھ کر کی گئی ھے۔ اپنی حالت کا ھمیشہ نگران رھنے سے یہ مراد ھے کہ عالم کبھی اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتا ۔ وہ ایسے کاموں میں مشغول رھتا ھے جو خود اس کے لئے اور عوام کے لئے نفع رساں ھوں ۔ عالم کی شان یہی ھے جس پر اسے جم کر رھنا چاھئیے ۔ اسکے بعد اسکا ایک دوسرا وصف یوں بیان کیا گیا ھے کہ اسے اپنے زمانہ کے لوگوں کی بصیرت ھو ۔ کیونکہ اھل زمانہ کی بصیرت خود علم کی غایت میں داخل ھے ۔ اس لئے کہ یہی وہ وسیلہ ھے جسکے ذریعہ ھر زمانہ کے لوگوں میں عمل کی قوت بیدار کی جاسکتی ھے ۔ گویا جس شخص نے علم کی یہ تعریف کی ھے وہ یہ بتانا چاھتا ھے کہ جو شخص اپنے عہد کی تعبیر میں کوتاھی کرتا ھے یعنی اپنے علم کو اس محل میں استعمال نہیں کرتا جہاں اسے استعمال کرنا چاھئیے تھا۔ یا اپنے عہد کے حالات سے ناواقفیت کی بناء پر اسے غلط استعمال کرتا ھے تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ھے جو اندھا دھند جو منہ میں آئے بولتا رھتا ھو۔ اور اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا ھو کہ اس کا انجام کیا ھوگا ۔ وہ بالکل نہیں سمجھتا کہ اس کی یہ باتیں خود اسکے منہ کا طمانچہ بن جائینگی اور اسکی شرمندگی کا باعث ھو جائیں گی ۔ جو آدمی ایسا ھو، ظاھر ھے کہ اسے عالم نہیں کہا جاسکتا اور اس پر عالم کی یہ تعریف منطبق ھی نہیں ھو سکتی ۔ یا زیادہ سے زیادہ جو بات ممکن ھو سکتی ھے وہ یہی ھے کہ اگر اسے علم کی کوئی بات معلوم ھے تو اسے اس بات کا حافظ کہدیا جائے اور بس ۔

شیخ الاسلام: جی ھاں! یہ بات انتہائی افسوسناک ھے کہ مسلمانوں کے علما زیادہ تر سطحی علم رکھتے ھیں جس کی بناء پر انہیں "متفنن،، تو کہا جاسکتا ھے مگر ان پر عالم کے نام کا اطلاق کرنا صحیح نہیں ۔ یہی وجہ ھے کہ بیچاری شریعت کتابوں میں مدفون ھوکر رہ گئی ھے ۔ اور مسلمان اسلامی علوم کے آداب سے استفادہ کرنے سے بالکل ھی محروم ھو چکے ھیں ۔ (اسکے بعد شیخ الاسلام نے تبسم فرماتے ھوئے ارشاد فرمایا ۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاید ہمارے حاملین شریعت عوام کے حالات سے اس لئے دور اور کنارہ کش رہنا چاہتے ہیں کہ وہ صرف اپنی ہی خدمت کرنا جانتے ہیں عوام کی خدمت کرنا نہیں جانتے -

مفتی محمد عبدہ : کیا جناب اسے اپنی خدمت کرنا شمار فرماتے ہیں؟ حالانکہ جناب پر مخفی نہیں کہ ہمارے علمائے کرام کس ذلت و کسمپرسی میں مبتلا ہیں - ان کے بلند مرتبہ افراد بھی ان حقوق سے محروم ہیں جو دوسرے کم مرتبہ لوگوں کو حاصل ہیں - دنیا ان کی صورتوں سے بھاگتی ہے حالانکہ وہ دنیا کی طلب میں سب سے زیادہ مشقتیں برداشت کرتے ہیں - دنیا ان سے بغض و عناد رکھتی ہے حالانکہ وہ دنیا کی محبت میں سب سے زیادہ حریص ہیں - اگر ان میں سے کوئی شخص کسی چیز پر قانع بھی ہو جاتا ہے تو یہ قناعت ایک با عزت شخص کی قناعت نہیں ہوتی بلکہ ایک ایسے شخص کا ٹھراؤ ہوتا ہے جو تھک کر عاجز ہو چکا ہو - ہمارے اسلاف نے علماء کی جو تعریف کی تھی اس کے معیار پر اگر یہ پورے اترتے تو کیا یہ حضرات آج کی نسبت کہیں زیادہ معزز اور مکرم نہ ہوتے اور ان کا مرتبہ آج کی نسبت بلند اور بالا نہ ہوتا ؟

شیخ الاسلام : آپ نے سچ فرمایا - جو شخص اپنی خدمت کرنا چاہتا ہو اس پر بھی واجب ہے کہ وہ عوام کی خدمت بجا لائے - خصوصی (انفرادی) مصلحتیں ہمیشہ عمومی (قومی) مصالح کے تحت ہی حاصل ہوا کرتی ہیں جب عمومی مصلحت ضائع ہوجائے تو خصوصی مصلحت خود بخود ضائع ہوجاتی ہے - جب قومی مصلحت محفوظ ہو تب ہی انفرادی مصلحت بھی محفوظ رہ سکتی ہے -

مفتی محمد عبدہ : بجا ارشاد فرمایا - یہی حقیقی اصول ہے - لیکن کتب فقہ کے مدرسین اپنے طالبعلموں کے ذہن میں یہ اصول جمانے کی قطعاً فکر نہیں کرتے - دراصل یہ وہ ہی لوگ ہیں جنہیں جناب نے ''متفنّن'' کے لقب سے یاد فرمایا ہے - اس اصول کو انہوں نے اپنے اسباق میں کبھی پڑھاہی نہیں - شاید موجودہ بھول چوک میں ان کا عذر بھی یہی ہو کہ انہوں نے یہ اصول کبھی سنا نہیں -

© rasailojaraid.com